ولتكن منكم امّة يدعون الى الخير ويأمرون
بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے اور
بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں۔

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

جلد ۳ | ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

قدرت ثانیہ ۴۲۱-۴۳۶ عبدالرحیم از قادیان

حقیقت معجزہ ۴۳۷-۴۵۲ بابو برکت علی صاحب شملہ

ضروری مشورہ ٹائٹل صفحہ ب۔

انجمن تشحیذ الاذہان اور اس کے اغراض و مقاصد وغیرہ } ٹائٹل صفحہ ج - د

باہتمام حافظ عبدالرحیم منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰۔ شوال ۱۳۲۶ ہجری المقدس کو قادیان سے شائع ہوا

قیمت سالانہ عوام سے عہ اور طلباء سے عہ لیجاتی ہے۔

ضروری مشورہ

۱- ایک احمدی بھائی نے یہ تجویز کی تھی۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ تاریخ کی بجائے ہر قمری مہینے کی ۱۴ تاریخ کو شائع ہوا کرے۔ اور اس سے انکی یہ غرض تھی۔ کہ چونکہ رسالہ مذکورہ چودھویں صدی کے مجدد کی یادگار میں نکلتا ہے۔ اسلیئے چودھویں تاریخ پر شائع ہونا چاہیئے۔ اس بھائی کی تجویز پر انجمن نے اسوقت یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ شروع سال میں غور کیا جاویگا۔ چونکہ سال ختم ہونیکو ہے۔ اسلیئے میں اس تجویز کو خریداران رسالہ کیخدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ انکا کیا منشاء ہے۔

۲- جو احباب رسالہ تشحیذ الاذہان کے متعلق کوئی ضروری مشورہ دینا چاہیں جو انکے خیال میں رسالہ کے لیئے مفید معلوم ہوتا ہو۔ خواہ اسکے مضامین کی ترتیب کے متعلق ہو یا انتظام کے متعلق۔ یا لکھائی چھپائی۔ یا کاغذ یا سائز کے متعلق غرض جو بات رسالہ کے لیئے مفید سمجھیں وہ تحریر فرمائیں۔

نوٹ۔ جو جو صاحبان اپنی اپنی رائے لکھیں۔ اگر ممکن ہو تو مختصر دلائل بھی لکھدیں۔ اور ایسی رائیں ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۸ء تک میرے پاس پہنچ جانی چاہیئیں۔ **مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان**

خریداران بدر کو اطلاع

جیسا کہ گذشتہ شائع شدہ پرچہ بدر میں بھی اشارہ کیا گیا تھا۔ بعض وجوہات سے شاید اور ایک دو ہفتہ تک اخبار بدر نکل نہ سکے گا۔ امید ہے کہ احباب معاف فرماویں گے۔ المشتہر

مینجر اخبار بدر قادیان

میرے ایک دوست قادیان کی ڈسپنسری میں کمپونڈر ہیں۔ نیک اور نہایت خلیق ہیں۔ ذات کے رائیں ہیں عمر قریباً بیس سال ہے۔ ان کے لیئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ مزید تحقیقات کے لیئے میری معرفت خط و کتابت ہو۔ خاکسار عبدالخالق کلرک میگزین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قدرت ثانیہ

حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے حسب الحکم حضرت مولوی نورالدین صاحب احمدیہ جماعت کو اس امر کی طرف متوجہ کیا تھا۔ کہ دوسری قدرت کے لیئے مل ملکر دعائیں کریں۔ جسپر تجلی کا ناعاقبت اندیش ایڈیٹر اپنے جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچہ کے شروع میں ہی ایک نوٹ لکھتا ہے۔ اس نوٹ میں سب سے پہلے آپنے یہ بات ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ فقرات "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے ....." انجیل سے لیئے گئے ہیں۔ اس لیئے میں سب سے پہلے حضرت صاحب کی اصل عبارت اور اسی طرح انجیل کی اصل عبارت بالمقابل درج کرتا ہوں جسکا ایڈیٹر صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ اور وہ عبارتیں یہ ہیں۔

عبارت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام	عبارت انجیل مع حوالجات
سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ	یوحنا ۱۶: ۲۰ تمہارا دل غمگین ہوگا۔

یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لیئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمھارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمھارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمھارے لیئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اُس کا آنا تمھارے لیئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی۔ جب تک مَیں نہ جاؤں لیکن جب مَیں جاؤں گا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمھارے لیئے بھیجدے گا۔ جو ہمیشہ تمھارے

تم خدا پر ایمان لاتے ہو مجھ پر بھی ایمان لاؤ۔

یوحنا۔ ۱۴: ۱۸ مَیں تمھیں یتیم نہ چھوڑونگا۔

۱۴: ۲۱ مَیں تمھارے پاس آؤنگا۔

۱۴: ۲۲ اب تھوڑی دیر ہے۔ کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھیگی پر تم مجھے دیکھتے ہو۔

۱۶: ۸ لیکن مَیں تمھیں سچ کہتا ہوں۔ کہ تمھارے لیئے میرا جانا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر مَیں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا۔ ۹ کیونکہ اگر مَیں جاؤں۔ تو مَیں اسے تم پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ[ل] سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائیگا۔ ۱۳۔ یعنی جب وہ روح حق آوے۔ تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی اس لیئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لیکن جو کچھ وہ سُنے گی سو کہیگی۔ اور تمھیں آئندہ کی خبر دے گی۔

لوقا ۲۴: ۴۹ اور دیکھو مَیں اپنے باپ کے اُس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں۔ لیکن تم جبتک عالم بالا کی قوت سے ملبس نہ ہو۔ یروسلم شہر میں ٹھہرو۔

ل۔ کیا پادریصاحب اس فقرہ کی تشریح فرماکر مجھے بتائیں گے۔ کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں

ساتھ رہے گی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد اور وجود ہوں گے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے۔ کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں۔ تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔

اعمال ۱: ۴ یروسلم سے باہر نہ جاؤ۔ بلکہ باپ کے اس وعدہ کی جسکا ذکر تم مجھ سے سُن چکے ہو راہ دیکھو۔

۱۴:۱ سب عورتوں اور یسوع کی ماں مریم اور اُس کے بھائیوں کے ساتھ ایک دل ہو کے دعا اور منت کر رہے تھے۔

اعمال باب ۲

اور جب پنتیکست کا دن آیا تھا۔ وے سب اکدل ہو کے اکٹھے ہوئے اور ایک بارگی آسمان سے ایک آواز آئی جیسے بڑی آندھی چلی اور اس سے سارا گھر جہاں وے بیٹھے تھے بھر گیا اور انہیں جدی جدی اگ سی زبانیں دکھائی دیں۔ اور انہیں سے ہر ایک پر بیٹھیں۔ تب وہ سب روح قدس سے بھر گئے۔ اور غیر زبانیں جیسے روح قدس نے انہیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے۔

اور سب حیران ہوئے اور گھبرا کے ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ اوروں نے ٹھٹھے سے کہا کہ یہ نئی مے کے نشے میں ہیں۔

ناظرین! مندرجہ بالا فقرات جو بالمقابل لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے

ایک کالم میں تو حضرت صاحب کی عبارت ہے۔ اور دوسرے میں انجیل کی وہ عبارت ہے۔ جس کی طرف ایڈیٹر تجلی نے اشارہ کیا ہے اسمیں شک نہیں کہ ہر دو عبارتوں کا قریباً قریباً ایک ہی مضمون ہے مگر جب دو مضمون آپسمیں ملجائیں تو کیا اس سے ضرور ہی یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ انمیں سے ایک۔ دوسرے میں سے چُرایا گیا ہے۔

اس بات کے بیان سے میری یہ غرض نہیں ہے۔ کہ یہ بات بالکل ناممکن ہے۔ کہ ایک عبارت دوسری عبارت سے ایسی صورت میں چُرائی گئی ہو۔ بلکہ میری یہ غرض ہے۔ کہ صرف اسی دلیل پر یہ کہدینا کہ یہ عبارت دوسری عبارت سے نکالی گئی ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ اگر اس امر کو تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ جن دو عبارتوں کا مفہوم آپسمیں ملتا ہو۔ وہ ایک دوسرے سے چُرائی ہوئی ہوتی ہیں تو بہت مشکل پڑیگی۔ عبارتوں کے مفہوم کا ملنا اس بات کی ہرگز دلیل نہیں ہوسکتی کہ ایک عبارت دوسرے سے چُرائی گئی ہے۔ جبتک کہ کافی شہادتیں موجود نہ ہوں۔ لہٰذا آپکا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ نہیں تو ثابت کریں۔ پھر ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "یہ کیسی بیباک اور بے دھڑک خوشہ چینی ہے۔ آپ یسوع کی طرح خدا کی مجسم قدرت ہیں۔ اور جس طرح اُسنے اپنے غمگین شاگردوں کو تسلی دی ....." اسجگہ سب سے پہلے مَیں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ عیسائی جسے یسوع کہتے ہیں۔ اور وہ انکے نبی تھے۔ ہمارے نزدیک خدا کی مجسم قدرت تو کیا ایک صالح انسان بھی نہ تھا۔ کیونکہ بقول یسوع کے مریدوں کے

وہ ملعون تھا۔ یا ملعون ہوا تھا۔ خواہ تین دن کے لیئے ہو۔ اس لیئے دو متضاد صفتیں ایک انسان میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ یعنی یہ کہ ایک انسان خدائے تعالیٰ کا مقرب بھی ہو اور ملعون[1] بھی ہو۔ یعنی اس کی درگاہ سے دُور کیا گیا ہو۔ جسکو عیسائی خدا کا بیٹا خدا کی مجسم قدرت وغیرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ ملعون تھا۔ اسکو یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ ایسا آدمی خدائے تعالیٰ کا مقرب و محبوب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہاں حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ کبھی ملعون ہوئے۔ اور نہ ہوں گے۔ اور نہ یہودی انکو صلیب پر مار سکے۔

اس بحث کے بعد میں ناظرین کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہمارے نزدیک حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت مسیح موعود ہونیکے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے مشابہ تھے۔ نہ یسوع مسیح کے۔ جو لوگ غور کرنیوالے ہیں انکے لیئے اسمیں بھی نشانات ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی کلمات

---

[1] ۔ ہم ہی ملعون نہیں کہتے۔ عیسائی صاحبان خود ملعون کہتے ہیں۔ ملعون کے معنے ہیں ایسا انسان جس میں شیطانی سیرتیں حلول کر جائیں۔ اور وہ خدا سے برگشتہ ہو کر دہریہ ہو جاوے خدا تعالیٰ اسکا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ثابت ہو۔ اگر یسوع واقعی ایسا تھا۔ تو وہ خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا اگر وہ ایسا (یعنی ملعون نہ تھا) نہ تھا تو کفارہ کا مسئلہ غلط ہے۔ کیونکہ اس کے ملعون ہونیسے تو کفارہ نکلا گیا تھا۔ جب وہ ملعون ہی نہیں ہوا۔ تو کفارہ کیسے ہو سکتا ہے۔ منہ

بیان فرمائے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیان فرمائے تھے۔ اور
مماثلتوں کے علاوہ یہ ایک بڑی بھاری اور آخری مماثلت ہے۔ کہ جو کچھ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی وہی حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے کی۔ ہاں اس بات سے یہ سمجھ لینا۔ کہ انجیل کے الفاظ
کی نقل کیگئی ہے۔ بالکل جہالت ہے۔ کیا وہ خدا جس نے یسوع کو مجسم قدرت
بنایا تھا۔ کسی اور کو مجسم قدرت نہیں بنا سکتا۔ کیا خدائے تعالیٰ کی خدائی میں
صرف یہی لکھا ہوا تھا۔ کہ مسیح ہی مجسم قدرت ہوگا۔ اور۔ کوئی کبھی نہ ہوگا۔
اے کفارہ کے عقیدہ سے بے باک! غور سے سُن!! خدائے تعالیٰ کے
جتنے نبی یا مرسل آتے ہیں وہ سب خدائے تعالیٰ کی مجسم قدرت ہوتے
ہیں۔ ہم حضرت مسیح ابن مریمؑ کو اسی حد تک مجسم قدرت تسلیم کرتے ہیں جتنک
کہ وہ خدا کے رسول سمجھے جاویں۔ لیکن اسکے آگے جب تمہارا یسوع چلتا
ہے۔ تو پھر وہ ملعون کہلاتا ہے۔ گویا خدائے تعالیٰ سے دُور کیا گیا۔ اب
جبکہ ایک شخص خدائے تعالیٰ سے دُور ہے۔ وہ اس کی مجسم قدرت کس طرح
کہلا سکتا ہے۔ غرضکہ ہر مرسل یا نبی (خواہ وہ اپنی زبان سے اقرار کرے یا نہ)
خدائے تعالیٰ کی مجسم قدرت کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر امام حضرت مسیح موعود
و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کی
مجسم قدرت کہدیا۔ تو کیا حرج ہے۔ پھر آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت
مسیح موعودؑ نے اپنی وفات کے متعلق وصیت لکھتے ہوئے اپنے متبعین کو

تسلّی دی ہے۔ اور دوسری قدرت کا وعدہ دیا ہے"۔ اے سُنّت اللہ سے بے خبر! اور کھانے پینے والے انسان کے بندے!! یہ خدائے تعالیٰ کے رسولوں کی سُنّت ہے۔ کہ وہ آخر وقت پر یا اس سے پہلے اپنے بعد آنیوالے مرسل کی خبر دیکر اپنی اُمّت کو تسلّی دیا کرتے ہیں۔ غور سے سنو! حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک رسول کی خبر دی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک رسول کی خبر دی۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ جامع کمالات تھے۔ اس لیئے آپنے لامحدود بشارتیں دیں چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ پھر رسول کریمؐ نے مہدی و مسیح کی بشارت دی۔ اسی طرح اگر خدائے تعالیٰ کے محبوب و مرسل نے لکھدیا۔ کہ میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کے مظہر ہونگے۔ اور اس عبارت کو ان الفاظ میں بیان کر دیا۔ جو اپنے اوپر نقل کیئے ہیں۔ تو کیا حرج ہوا۔ ہمارے نزدیک تو ایسا کرنا ضروری تھا کیونکہ وہ مثیل مسیح تھے۔ جب خود مسیح علیہ السلام نے ایسا کیا تو وہ کیوں نہ کرتے۔

پھر ایڈیٹر لکھتا ہے "اب صرف اتنی بات باقی رہ گئی ہے۔ کہ ایک زور کی آندھی چلے۔ اور قادیان کا کوئی بالاخانہ گونج اُٹھے۔ اور آگ کے شعلے کی سی پھٹی ہوئی زبانیں دکھائی دیں۔ اور قادیان والوں میں سے ہر ایک پر آٹھہریں

اور سب کے سب "قوت ثانی" سے بھر جاویں۔ اور غیر زبانیں بولنے لگیں"۔
پہلے مَیں یہ عبارت پڑھکر حیران ہو گیا۔ اور تعجب کیا۔ کہ قدرت ثانی کا یہ
نمونہ اسکو کہاں سے مل گیا۔ مگر خدائے تعالیٰ کی قدرت جلدی ہی میری
حیرت جاتی رہی۔ یہ کیوں؟ اس لیئے کہ انجیل میں یسوع کی بتلائی ہوئی
قدرت ثانی کا ظہور اسی طرح ہوا تھا۔

اب ناظرین اعمال باب ۲ کے ابتدا کو ملاحظہ فرمائیں۔ اصل عبارت
مَیں حضرت صاحب کی عبارت کے بالمقابل نقل کر آیا ہوں۔ جس سے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہاں ابتدا سے یہی دستور ہے۔ کہ آندھی کی طرح ہی دوسری
قدرت آکر غیر زبانیں بولنے پر مجبور کیا کرتی ہے۔ مگر ایڈیٹر کو یہ خیال رکھنا
چاہیئے تھا۔ کہ ہم لوگ انکی انجیل کے قائل نہیں۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ
والسلام اس بات کو صاف کر گئے ہیں۔ کہ وہ کسطرح آئے گی۔ دیکھو وہ فرماتے
ہیں۔ "اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کے مظہر ہونگے"
دیکھو یسوع خود اپنے مریدوں کو کہہ گیا۔ کہ ابھی تم میں سے بہت زندہ ہونگے
کہ مَیں تمہارے پاس آؤنگا۔ اب وہ سب مر گئے جنکو کہا گیا۔ لیکن آپکے خدا نے
اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ یعنی واپس نہ آیا شاید جہاں وہ گیا تھا۔ اس کو یہودی
مل گئے ہونگے۔ اور وہاں ہی پکڑ رکھا ہوگا۔ کیونکہ دو ہزار سال کے قریب ہوتے
ہیں۔ کہ وہ واپس تشریف نہیں لا سکے۔

پھر آپ لکھتے ہیں "جس کتاب کی کفر گوئی میں آپنے اپنی ساری عمر تلف

کردی اسی کتاب کی مسروقہ عبارتوں اور محاوروں اور خیالوں میں آپکو زندگی اور موت میں مدد لینی پڑی" یہ بالکل سیاہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ اول تو حضرت امامناؑ نے کبھی انجیل کی تکفیر نہیں کی۔ ہاں موجودہ مروجہ انجیل میں چونکہ حشو بہت ہے اس لیئے وہ انکی تردید کے لیئے ہر وقت تیار رہا کرتے تھے۔ لہذا پہلا فقرہ جھوٹا ہوا۔ کیونکہ آپنے کبھی بھی انجیل کی من کل الوجوہ تکفیر نہیں کی۔ پھر دوسرا دعویٰ ہے۔ کہ آپنے اس کی عبارتوں کو چرایا ہے لیکن اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ وہ عبارتیں ہم معنی ہیں۔ لیکن مَیں یہ پہلے بیان کر آیا ہوں۔ کہ دو عبارتوں کا ہم معنی ہونا اس امر پر ہرگز دال نہیں ہوتا۔ کہ وہ ایک دوسرے سے نقل کی گئی ہیں۔ پھر مَیں کہتا ہوں۔ ہم خدائے تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبے عرصہ تک خدا کے مامور کے پاس رہے ہیں۔ اور آپ کو اُنکے حالات کی بالکل واقفیت نہیں ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ ہمارے امامؑ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور اس کے لیئے ہم شاہد بتا سکیں گے۔ اس کے مقابل پر ایک آپ کا دعویٰ ہے جسکی کوئی دلیل نہیں۔ پھر آپ خود ہی بتائیں کہ قابل اعتبار کونسی بات ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں۔ "محمدؐ صاحب کے نمونہ اور اقوال سے یا دیگر انبیاءؑ کی نظیروں اور کلمات سے ان دو قدرتوں کے سُنّت اللہ ہونے کو ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ ایک مثال تو پیش کرتے جس سے ظاہر ہوتا۔ کہ جو الفاظ الوصیۃ کے اقتباس میں درج ہیں۔ وہ آگے بھی خدا کی چار پانچ مجسم قدرتوں کے سُنّہ

سے نکل چکے ہیں۔"

غور کرنیسے معلوم ہوگا۔ کہ یہ سُنّت اللہ ہے۔ کہ وہ ہر نبی کے زمانہ میں جو اس کی مجسم قدرت ہوتے ہیں۔ دُو قدرتوں کا مظہر دکھلاتا ہے۔ مثال کے طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھیں۔ حضرت رسول کریم صلعم کی وفات پر تمام عرب پر ایکدفعہ پھر اندھیرا چھا گیا۔ اور نادان مخالفین اسلام کی نظروں میں اسلام کی وہ عزت نہ رہی۔ جو رسول اکرم صلعم کے زمانہ میں ہوگئی تھی۔ پھر خدائے تعالیٰ نے دوسری قدرت دکھلا کر اسلام کو وہ وہ فتوحات نصیب کیں۔ جو خود رسول کریم صلعم کے زمانہ میں بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اور پھر ہمارے زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے اپنے مرسل کو بھیجکر ثابت کر دیا۔ کہ خدائے تعالیٰ ایک دفعہ تو کیا بار بار اپنی قدرت ثانی دکھلایا کرتا ہے۔

اے نادان! اب بھی تجھے شک ہے کہ دوسری قدرت خدائے تعالےٰ نہیں دکھلایا کرتا۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ کہ جس قدرت ثانی کے پادریصاحب تجربہ کار ہیں۔ اس کا نمونہ مشکل ہے۔ یعنی آندھی آجاوے۔ اور سب لوگوں کی زبان پر آگ بولے۔ آگے چلکر آپ تحریر فرماتے ہیں۔" ناظرین آپ مرزا صاحب کی وصیت کو اور یسوع مسیح کے الفاظ کو پڑھیں آپ پر بخوبی روشن ہوجائیگا۔ کہ انمیں سے ایک شخص جو کچھ کہتا ہے اپنی ارجنالیٹی (جدت) سے کہتا ہے۔ اور دوسرا اس عبارت کو بھدے طور پر کام میں لاتا ہے۔ ایک شخص یہ دیکھکر کہ کل میں پکڑا جاؤنگا۔ اور میرے شاگرد

اس بات کے سبب سے مغموم وملول ہونگے بغیر کسی تصنع کے تسلی آمیز کلمات حسب موقعہ زبان پر لاتا ہے۔ اور شاگردوں کے سوالات کا جو اسکی باتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ جواب دیتا ہے۔ اور یوں نئی نئی صداقتیں اور ابدی حقیقتیں آپ ہی آپ ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ لیکن دوسرا کئی سال پہلے وصیت لکھتا ہے۔ اور اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد میرے مرید پراگندہ ہو جائیں"

عبارت بالا میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

۱۔ یسوع نے جو کچھ کہا تھا۔ اپنی جدت سے۔ اور مرزا صاحب نے بناوٹ سے کہا ہے۔ اور یسوع کی عبارت تسلی آمیز۔ اور مرزا صاحب کی عبارت بھدی ہے۔

۲۔ یسوع کو معلوم تھا۔ کہ کل پکڑا جاؤنگا۔ اس لیئے کہا۔

۳۔ مرزا صاحب نے اس خوف سے کہ کہیں انکے مرید بکھر نہ جائیں۔ کہا۔

۴۔ یسوع نے اپنے شاگردوں کے جواب میں کہا ہے۔

مَیں ان ہر چہار امور پر علیحدہ علیحدہ عرض کروں گا۔

امر اول۔ (یسوع نے اپنی جدت سے تسلی آمیز عبارت میں کہا تھا۔ اور مرزا صاحب نے بھدی عبارت میں بناوٹ سے کہا تھا۔) عرض ہے کہ جسوقت یسوع نے کہا تھا۔ اسوقت تو نہ پادریصاحب موجود تھے۔ اور نہ مَیں موجود تھا۔ اس لیئے اسپر بحث نہیں ہوسکتی۔ البتہ حضرت اقدس علیہ السلام

نے ہمارے سامنے کہا ہے۔ اگرچہ مَیں کہونگا۔ کہ جو کچھ آپنے بیان فرمایا ہے۔ اپنی جدت سے فرمایا ہے۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ ان الفاظ کے کہنے کے بعد قریبًا ۲½ سال تک زندہ رہے۔ اور کسی مخالف نے اعتراض نہ کیا۔ اگر پادریصاحب کو اعتراض تھا۔ تو اسوقت پیش کرتے تو کہ فیصلہ ہو جاتا۔ مگر پادری صاحب اس بات کو کب مان سکتے ہیں۔ اسی طرح مَیں ثابت کرسکتا ہوں کہ انجیل کی عبارت حضرت اقدسؑ کی عبارت سے بھدی ہے۔ جیسا کہ ناظرین ہر دو کو محاذ میں دیکھ کر فیصلہ کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ دو دعوے ہونگے۔ ایک پادریصاحب کا کہ یسوع نے اپنی جدت سے کہا تھا۔ اور کہ وہ عبارت تسلّی آمیز ہے۔ اور مرزا صاحب نے بھدی عبارت میں بناوٹ سے کہا تھا۔ ادھر مَیں کہتا ہوں۔ کہ حضرت اقدسؑ نے جو فرمایا تھا اپنی جدت سے کہا تھا اور آپ کی عبارت انجیل کی عبارت سے سلیس فصیح اور تسلّی بخش ہے۔ اس کا فیصلہ اسطرح ہوسکتا ہے۔ کہ ایک دو ایسے آدمی منصف مقرر کیئے جاویں جو نہ عیسائی ہوں۔ اور نہ مسلمان (جیسے ہندو وغیرہ ہیں) اور پھر وہ ایمانداری سے فیصلہ کردیں۔ ورنہ مَیں اپنے دلائل پیش کرتا جاؤنگا اور آپ انکی تردید کرتے جائیں گے۔ اور اسکا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں مَیں مذکورۃ الصدر منصفین کے آگے اس بات کو بھی پیش کرونگا۔ کہ اس امر کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ یہ الفاظ واقعی یسوع نے کہے تھے۔ کیوں کہ آپکے بعد جمع ہوئے ہیں۔ ممکن ہے۔ جمع کرنیوالوں نے غلطی سے لکھدیا ہو۔

اور اس طرف حضرت صاحب نے خود اپنی زندگی میں اپنی طرف سے کتاب تصنیف کرکے شائع کی۔

امر دوم (یسوع کو علم تھا کہ کل پکڑا جاؤنگا) عرض ہے۔ کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر یسوع کو علم ہوتا۔ کہ کل مجھے یہودی پکڑ کر صلیب پر چڑھا کر ملعون بنا دینگے۔ تو وہ فوراً راتوں رات بھاگ جاتا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ کیوں بھاگتا۔ وہ آیا ہی اس غرض سے تھا۔ تو یہ ایک اور سیاہ جھوٹ ہوگا جسکی دلیل نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اگر یسوع نے خوشی سے صلیب کو قبول کیا تھا۔ تو ایلی ایلی لما سبقتانی کہنے کے کیا معنے وہ خوشی سے موت قبول کرتا۔ کیونکہ وہ اسی غرض کے لیئے آیا تھا۔ افسوس یہ سب عیسائیوں کے دعوے ہی دعوے ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں۔

امر سوم (مرزا صاحب نے اس خوف سے کہ کہیں انکے مرید پھر نہ جائیں کہا) یہ بھی ایک دعویٰ ہے جسکی دلیل کوئی نہیں ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ اور اپنے آپکو گواہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت اقدسؑ نے اس خیال سے نہ کبھی کچھ لکھا۔ اور نہ کسی اور حیلہ سے ایسا کرنیکی طرف خیال کیا۔ بلکہ وہ خود اسکی وجہ بتاتے ہیں۔ کہ انہوں نے یہ الفاظ (یا رسالہ الوصیۃ) کیوں لکھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو الوصیۃ صفحہ اوّل "اما بعد چونکہ خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ اور اس بارے میں اس کی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری

ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ اس لیئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لیئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں۔ چند نصائح لکھوں۔" اب ناظرین خود فرمائیں۔ کہ ایک طرف تو خود حضرت صاحب کے الفاظ ہیں۔ اور ایک پادری صاحب اپنی بہتان کر کے لکھتے ہیں۔ کہ یہ اس لیئے کہا ہے۔ اے منصف پادری! ذرا بتا تو سہی۔ کہ تو نے کہاں سے اخذ کیا ہے۔ اور یہ کونسا قاعدہ ہے۔ کہ ایک انسان کی بات کو جو وہ کہتا ہے۔ بلا دلائل جھوٹ گردانتا ہے۔ اور اسکے برخلاف اسپر کچھ اور الزام لگاتا ہے۔ کاش کہ آپ غور فرمائیں۔

ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ جسکو یہ معلوم ہو۔ کہ اسنے عنقریب اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے۔ وہ کہاں تک لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے اور اہل انصاف حضرت صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی خوب نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ یہ کیسے دل سے نکلی ہوئی ہے۔ یا تصنع سے ہے فتدبروا یا اولی الابصار۔

امر چہارم (کہ یسوع اپنے شاگردوں کو انکے سوالات کا جواب دیتا تھا) کے متعلق عرض ہے کہ اس غرض کے لیئے ناظرین انجیل کے مندرجہ ذیل فقرات ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ انکو معلوم ہو جاوے۔ کہ وہ کسطرح جواب دیتا تھا اور کیسے معقول جواب دیتا تھا۔ یوحنا باب ۱۳ "شمعون پطرس نے کہا اے خداوند تو کہاں جاتا ہے۔ یسوع نے جواب دیا جہاں میں جاتا ہوں

تو اب میرے پیچھے نہیں آسکتا"

ناظرین غور فرمائیں۔ سوال دیگر جواب دیگر کی مثال اسجگہ صادق آتی ہے۔ ایک شخص دوسرے سے دریافت کرتا ہے۔ تو کہاں جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ تو وہاں نہیں آسکتا۔ یہ کسطرح کا جواب ہے۔ بتانا تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ کل مجھے یہودی سولی پر لٹکا دینگے وغیرہ وغیرہ (کیونکہ انکو علم تھا کہ کل پکڑا جاؤنگا)

اگر کوئی پادری کہے کہ حواریوں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ اب یسوع نے دنیا سے کوچ کرنا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اسکے آگے ۱۵۔ باب میں لکھا ہے "تھوما نے اسے کہا اے خداوند ہم نہیں جانتے۔ کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اور ہم کیونکر اس راہ کو جان سکیں۔ یسوع نے اسے کہا۔ راہ۔ اور حق اور زندگی میں ہوں" کیسی عجیب بات ہے کہ شاگرد بار بار دریافت کرتے ہیں۔ کہ تو کہاں جائیگا۔ مگر اُس کا جواب نہیں ملتا۔ یسوع کا خود جو دل چاہتا ہے وہ کہدیتا ہے۔ اس سے بڑھکر ایک اور لطف یہ ہے۔ کہ اس کے آگے چلکر باب ۱۶ میں یسوع کہتا ہے۔ کہ "اب میں باپ پاس جسنے مجھے بھیجا جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے" جب شاگرد دریافت کریں تو کچھ کا کچھ جواب دیا جاوے۔ پھر خود ہی جواب دیکر کہا جاوے کہ تم میں سے کوئی نہیں پوچھتا۔

پھر ایڈیٹر صاحب اپنے مضمون کے آخر پر لکھتے ہیں کہ "پیار و کم از کم بدر میں

جو کچھ لکھا ہے۔ وہ یسوع ناصری کی باتوں کی نقل ہے جسکو مرزا ہمیشہ لعن طعن کرتا رہا۔" مجھے افسوس ہے کہ پھر وہی بات دُہرائی گئی ہے جو پہلے ایکدفعہ آچکی ہے۔ اور جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ اگرچہ مَیں نہیں سمجھ سکا کہ دوہرانے کے وجوہات کیا ہیں۔ آیا یہ اس غرض کے لیئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ کہ مضمون کچھ لمبا معلوم ہو۔ یا کہ احمدی جماعت کے دل دُکھانے کیلیئے لکھا گیا ہے۔ بہرحال مَیں اس کا جواب عرض کر آیا ہوں۔ ایک بات کو دوہرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پھر بھی ہم بتا دیتی ہیں کہ یسوع کو ہم ہمیشہ لعن طعن کرتے رہے اور کرتے رہیں گے کیونکہ وہ تو خود آپکے عقیدہ کے مطابق ملعون تھا۔ اگر ہم نے اس کو ملعون کہا یا لکھا تو کیا حرج ہے۔ ہاں ہم حضرت مسیح ابن مریم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہم انکے ارشادات کی تعمیل کے لیئے ہر وقت تیار ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا رسول تھا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عبدالرحیم از قادیان

حقیقت معجزہ

(مرقومہ جناب بابو برکت علی صاحب احمدی کلرک شملہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ بَغْتَۃً اَوْ جَہْرَۃً ھَلْ
یُھْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ
وَمُنْذِرِیْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝
وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّھُمُ الْعَذَابُ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔
قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ
لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۭ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی
وَالْبَصِیْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انکو کہدے کہ دیکھو تو اگر عذاب الٰہی تم پر اچانک آپڑے یا ظاہرہ آئے تو آخر وہی لوگ ہلاک ہوں گے جو ظالم طبع ہیں۔ اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں وہ بشیر اور نذیر ہی ہوتے ہیں۔ پس جنہوں نے ایمان قبول کیا اور اعمال صالح بجالائے انپر کوئی خوف نہیں اور

نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ البتہ جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تو انکو ان کے فسق و فجور کی وجہ سے عذاب پہنچیگا۔ کہدو کیا کہ تمھیں یہ میں نہیں کہتا کہ میں الٰہی خزانوں کا مالک ہوں اور نہ غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں تمھیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو جو میری طرف وحی ہوتی ہے اسکی پیروی کرتا ہوں کہدو کیا کبھی اندھا اور سوجاکھا بھی برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا پس تم غور و فکر نہیں کرتے؟

ان آیات اور قرآن شریف کی بعض دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمانہ پر جہالت کی ظلمت چھا جاتی ہے اور لوگ عام طور پر فسق و فجور میں پڑ جاتے ہیں تو خفی یا جہری طور پر عذاب الٰہی ضرور نازل ہوتا ہے جس سے ظالم طبع لوگ ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ وہ غفلت کی حالت میں عذاب نہیں بھیجتا بلکہ پہلے خبردار کر دیتا ہے اور اتمام حجت کے بعد جب لوگ اپنی سرکشی اور بغاوت سے باز نہیں آتے تو عذاب نازل کرتا ہے۔ تا فتنہ اور فساد دور ہو کر ایمان باللہ قائم ہو اور صلاحیت پیدا کر کے لوگ آرام اور استراحت کی زندگی بسر کریں۔ اور سنّت الٰہی یوں جاری ہے کہ وہ رسول مبعوث فرماتا ہے جو عوام الناس کو انکی بدکرداریوں سے متنبہ کرتے ہیں انکو ملزم قرار دیتے ہیں اور انکو سنا دیتے ہیں کہ اگر تم خالص مومن بنجاؤ اور صلاحکاری کا طریق اختیار کرو تو تمھیں کوئی خوف اور حزن نہیں ورنہ یاد رکھو کہ تم عذاب الٰہی

میں پکڑے جاؤ گے۔ گویا وہ بشیر بھی ہوتے ہیں اور نذیر بھی۔ ایمان باللہ
پر قائم ہونیکی حالت میں ان کے لیئے بشارت ملتی ہے کہ وہ دنیا اور
آخرت میں سُرخرو ٹھہرتے ہیں اور اگر آیات اللہ کی تکذیب کریں تو دنیا
اور آخرت میں انکے لیئے سزا کا ڈر سنا دیا جاتا ہے۔ آیات اللہ کی
تکذیب کرنیسے انکے فسق و فجور کے باعث عذاب نازل ہوتا ہے جس کے
یہ معنے ہیں کہ عموماً فاسق اور فاجر لوگ ہی آیات اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔
جو لوگ متقی ہوتے ہیں اور اُن کے دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے وہ آیات اللہ
کی تکذیب نہیں کیا کرتے۔ وہ یا تو تصدیق کرتے ہیں یا اگر کسی طرح ان کے
دل کو تسکین نہیں ہوتی تو خاموش رہتے ہیں۔ مخالفت میں ہرگز مُنہ
نہیں کھولتے۔ کیونکہ ان کے دل میں خوف ہوتا ہے اور وہ ڈرتے
کہ اگر ہم ناراستی پر ہوئے تو ضرور عذاب میں پڑیں گے۔ مگر برخلاف
اس کے فاسق اور فاجر لوگ بڑے زور شور سے مخالفت کرتے ہیں۔
انکا فاسق و فاجر ہونا اس امر واقعی کی دلیل ہے کہ وہ ایمان باللہ سے دُور
پڑے ہوئے ہیں اور انکے دل میں خوف الٰہی نہیں۔ تب ہی تو وہ آیات اللہ
کی تکذیب کرتے ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر صورت میں
متقی اور پرہیزگار نظر آتے ہیں اور انکی تکذیب کرنے سے عوام الناس
کے دلوں میں شبہ پڑنے لگ جاتے ہیں۔ مگر عوام الناس علم غیب
تو نہیں رکھتے۔ اس لیئے بدوں آزمائش یا بدون تحقیق ان کے لیئے

کسی شخص کی پرہیزگاری یا اتقا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ ایسے لوگ جو آیات اللہ کی تکذیب کرتے ہیں اول تو اگر تحقیقات کیجائے تو وہ ضرور فاسق ہی ثابت ہوتے ہیں یا جب آزمائش پیش آئے تو اتقا کے پہلو کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے بدیہی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ متقی نہیں غرض مرسل من اللہ بشیر بھی ہوتا ہے اور نذیر بھی۔ ایک عام انسان اور عالم اور فاضل شخص یا صاحب ولایت ہی سہی۔ اگر ہدایت کرتا ہے تو گو وہ لوگوں کے لیئے بھلائی کا باعث ہو مگر اسکے ساتھ انذار ہرگز نہیں ہوتا یعنی یہ وہ ہرگز نہیں کہتے نہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم ان باتو پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ یہ نشان مرسل من اللہ کے سوا اور کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ وہ ہدایت کے لیئے مامور ہوتا ہے۔ تبلیغ کرنا اسکا فرض ہے اگر اسکی ہدایت کو نہ سنا جائے تو چونکہ وہ حکم خداوندی ہوتا ہے اس لیئے اس کے انکار سے سزا لازم ہو جاتی ہے۔ مگر اس کے سوائے اور کوئی چونکہ مامور نہیں ہوتا اس لیئے اسکے انکار یا تکذیب سے سزا لازم نہیں آتی۔

دنیا میں قانون ایسا ہی واقعہ ہوا ہے کہ ایک چیز کا حسن دوسری چیز کے قبح سے معلوم ہوتا ہے جبتک مقابلہ میں نہ ہو نور کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ روشنی کے مقابلہ میں اندھیرا۔ سفیدی کے مقابلہ میں سیاہی۔ حق اور باطل۔ خوشبو اور بدبو۔ نیکی اور بدی۔ غرض اللہ تعالیٰ

نے کل صفات توام پیدا کی ہیں تا ایک کی خوبی سے دوسرے کی بدی
ثابت ہو۔ اسطرح گویا جبتک انذار کا پہلو ثابت نہ ہو تب تک ہم نہیں
کہہ سکتے کہ کوئی بشیر کیونکر ہو سکتا ہے جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ
مرسل من اللہ کی تصدیق کے لیئے مکذبین کا گروہ ہونا لازمی ہے۔
اس میں شک نہیں کہ وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰىهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا
وَتَقْوٰىهَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔
کے بموجب دنیا میں متقی اور پرہیزگار لوگ بھی ہوتے ہیں اور فاسق فاجر
بھی ضرور ہوتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں پیشتر عرض کر چکا ہوں جب فسق
اور فجور حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تبھی ایک ہادی رہنما کی ضرورت
پڑتی ہے جو باذن ربی لوگوں کو اس ظلمت کدے سے نکالکر جادہ مستقیم
پر قائم کرتا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مکذبین کا گروہ
اسواسطے قائم کیا ہے تا انپر عذاب پڑے تو صادق کے صدق کی تصدیق
ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ صادقوں کے لیئے کئی طرح کے امتیازی نشان دکھلا دیتا
ہے جنسے انکا مرسل من اللہ ہونا پہچانا جاتا ہے بعض نشان اس قسم
کے ہوتے ہیں جنکو معجزہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر انکی حقیقت
کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ اور حضرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے کہا ہے کہ لوگوں کو کہدو کہ میں آلہی خزانوں کا
مالک نہیں ہوں تا جو بیٹا مانگے اسکو بیٹا دیدوں اور جو دھن و دولت اور

عہدہ مانگے اسکو وہ دے سکوں اور نہ ہی مَیں علم غیب پر احاطہ رکھتا ہوں
کہ یہ بتا دوں کہ کوئی گھر سے کیا کھا کے آیا ہے اسکی بغل میں کیا ہے اور اسکی
دل میں کیا ہے اور یا کل اسکے ساتھ کیا پیش آنیوالا ہے اور نہ ہی مَیں فرشتہ
ہوں کہ بشری نقائص مجھ میں نہ ہوں اور نہ میری بیوی اور بال بچے ہوں
اور نہ مَیں بازاروں میں پھروں اور خرید و فروخت کروں بلکہ ایک جگہ
فرمایا ہے قُلْ لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ
وَبَیْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۔ کہدے جس بات کی تم جلدی
کرتے ہو اگر میرے اختیار میں ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ
نہ ہو گیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ظالم کون ہیں یعنی اگر میرے
اختیار کی بات ہوتی تو مَیں تمہیں جو چاہتے دکھا دیتا اور اگر نہ مانتے تو عذاب
میں گرفتار کرتا اور فیصلہ کر دیتا مگر یہ سب باتیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ
میں ہیں سو یہ یاد رکھو کہ جلدی یا دیر میں تم ہلاک ضرور ہو گے کیونکہ یہ
اس کا اٹل قانون ہے کہ رسولوں کے مقابلہ میں آکر ظالم طبع لوگ
ہلاک ہو جایا کرتے ہیں اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ مَیں اپنے لیئے نفع
اور نقصان کا مالک نہیں اگر میرے اختیار میں ہوتا تو مَیں اپنے لیئے
خیر ہی خیر جمع کر لیتا یعنی مجھ کو کفار کے ہاتھوں سے تکالیف نہ پہنچتیں
اور نہ کوئی اور دنیاوی دُکھ مجھے اُٹھانا پڑتا ہاں جو میری طرف وحی
ہوتی ہے مَیں اُس کی پیروی کرتا ہوں اور جو دین اور ایمان کی

بات پیش کرتا ہوں وہ اندھوں کی طرح نہیں اٹکل بازی اور قیاس سے نہیں بلکہ علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں پس اب تم خود ہی سوچ لو کہ کیا اندھا اور سوجاکھا بھی کبھی مساوی ہوسکتے ہیں؟

غرض اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیّن طور پر بتادیا ہے کہ مرسلین کو جو نشانات ملتے ہیں وہ ایسے تو ضرور ہوتے ہیں کہ عوام الناس سے انہیں ایک تمیز ہوتی ہے اور مرسلین خدا ان نشانات کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ مگر وہ نشانات ایسے ہرگز نہیں ہوسکتے کہ جنکے باعث انکے اور خدا کے درمیان جو فرق ہے وہ مفقود یا مشکوک ہوجائے اور شرک لازم آئے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ گوارہ نہیں کرسکتی کہ وہ ایسے نشانات اپنی مخلوق کو دیوے جس سے اسکی اپنی شان میں فرق آئے۔ اور نہ خاصۂ الوہیت کی کوئی صفت انہیں ودیعت ہوسکتی ہے اگر کوئی ایسی صفت یا صفتیں جنکی وجہ سے ذاتِ خداوندی قابلِ پرستش ٹھہرتی ہے کسی انسان میں بھی پیدا ہوسکتی ہیں تو پھر خدا کو کون مان سکتا ہے؟

عام اصطلاح میں ایسے واقعہ کو جو خرق عادت کے طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے معجزہ کہتے ہیں انگریزی میں معجزہ کے لیئے لفظ Miracle استعمال ہوتا ہے چنانچہ اس کے معنے لغت میں یہی لکھے ہیں کہ ایسا واقعہ جس سے لوگوں میں حیرانی پیدا ہو اور عام نگاہ میں ایسا معلوم ہو

کہ گویا قوانین قدرت کے خلاف ہے اور کسی قدرت سے برتر ہستی کا فعل ہے
معجزہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے سر الوراج آجکل ایک مشہور شخص
ہے اس نے معجزہ کی یہ تعریف کی ہے:-

(1) A Natural or orderly though unusual portent; (2) A disturbance due to unknown line or capricious agencies; (3) A utilization by mental or spiritual power of unknown laws; (4) Direct interposition of the Deity.

یعنی (۱) یا تو وہ ایک قدرتی اور باقاعدہ مگر غیر معمولی حادثہ ہوتا ہے۔ (۲)
یا ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے جو نامعلوم موجود یا متغیرہ حالات کی وجہ سے
ظہور پذیر ہوتا ہے۔ (۳) یا مخفی قوانین نیچر کو قلبی یا روحانی طاقت کے
ذریعہ استعمال کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور (۴) یا براہ راست حکم الٰہی
سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ چار طریقے اس نے اپنے قیاس کے بموجب قائم
کیے ہیں پھر خرق عادت امر انہی میں سے کسی ایک طریق کے مطابق
پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے باہر نہیں ہو سکتا۔ چوتھا طریق جو اس نے
بتایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کے وجود کو
مدنظر رکھکر بیان کیا ہے۔ گویا انکی ذات سے جو غیر معمولی واقعات سرزد
ہوتے ہیں وہ تو بحکم ربانی ہوتے ہیں اور جو واقعات عجیبہ انکے علاوہ

دوسرے لوگوں کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں قانون
نیچر کے باعث ہوتے ہیں۔ مگر مشکل اس میں یہ ہے کہ عوام الناس کی نظروں
سے تو وہ قوانین جنکے ذریعہ وہ پیدا ہوتے ہیں۔ مخفی ہوتے ہیں۔ پس اس بات
کا کون فیصلہ کر سکتا ہے کہ واقعی وہ واقعات بحکم الٰہی ہیں اور اسلیئے مدعی کے
دعوے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور پھر جب فی زمانہ ایسے مدعیاں کا وجود
نہیں مانا جاتا تو تاریخی واقعات کی جو قصّے کہانیوں کی طرح کتابوں میں لکھے
ہوئے ہیں کیونکر تصدیق ہو سکتی ہے کہ انمیں براہ راست اللہ تعالیٰ کا دخل
تھا۔ لوگوں کے سامنے جو واقعات عجیبہ پیش کیئے جاتے ہیں انکے نزدیک
وہ خرق عادت میں داخل ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ کس قانون کے ذریعہ
وہ پیدا ہوئے ہیں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ گو ہمیں معلوم نہیں مگر جب یہ ثابت ہے
کہ بہت سے قوانین نیچر ایسے ہیں جو عوام الناس کی نظروں سے اور انکے علم سے
پوشیدہ ہیں تو ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے ہی قانون کے باعث سے ہوں مثلاً
انگلشمین مورخہ ۲۷۔ اگست ۱۹۰۷ء میں مینے پڑھا ہے کہ ناروے میں
جون فلوئٹم نام ایک لڑکا ہے جو ایک معمولی زمیندار کا لڑکا ہے اور اسکی
عمر اسوقت ۱۴ سال کی ہے۔ عموماً انسان میں پانچ حسیں ہوتی ہیں مگر
اس میں چھٹی حس ہیں اور انکا آجکل بڑا چرچا ہے۔ بڑے بڑے داناؤں
نے اسکی قلبی حیثیت کا اندازہ کیا ہے اور بہت سے تجربوں سے ثابت
ہوا ہے کہ اس میں حقیقی طور پر چشمہ پیشگوئی موجود ہے اور وہ غائب کی

بات بتا دیتا ہے۔ کئی موقعو پر اس نے ایسی جگہ کا پتہ دیدیا ہے جہاں انسان یا دیگر اشیاء چھپے ہوئے تھے اور اس کی مدد سے تیس سال کی گم ہوئی ہوئی چیزیں مل گئی ہیں۔

ڈاکٹر ہنسولڈٹ ایک سائینٹفک آدمی ہے۔ وہ کئی سال ہندوستان تبت۔ برہما اور لنکا میں رہا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ یہاں بہت سے فقیر جوگی اور سادھو ایسے ہیں جو لوگوں کو معجزے دکھاتے ہیں۔ چنانچہ اوکلٹ ریویو کے کرسمسی نمبر میں اسنے بعض اپنے چشم دید واقعات بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ آگرہ میں ایک چوک میں عوام الناس کے مجمع میں ایک سادھو نے چھوٹی سی سفید چھڑی سے چھ انچ گہرا سوراخ کھودا۔ اس میں ایک آدھ کچا آم رکھکر ڈھانپ دیا۔ تین منٹ میں ایک درخت نمودار ہوا اور جھٹ پٹ بڑھ گیا۔ چنانچہ پانچ منٹ میں ایک خاصا قدرتی ۵۰ فٹ اونچا درخت ہوگیا جو تمام پتوں اور آموں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے پتے بالکل ساکن تھے اور اسکا سایہ نہیں تھا۔ جب وہ اس کے نزدیک گیا تو وہ درخت مرجھا گیا اور گم ہوگیا۔ جب وہ واپس اپنی جگہ پر آیا تو درخت پھر نمودار ہوگیا۔ جب وہ دور فاصلہ پر گیا تو درخت غائب ہوگیا اور جب وہ پھر اپنی اصلی جگہ پر آیا تو درخت ظاہر ہوگیا۔ دو اور انگریز جو بعد میں آئے انکو وہ درخت نظر نہیں آتا تھا۔ باقی سب دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد سادھو نے ایک وعظ کرنا

شروع کیا۔ جب وہ ختم کر چکا تو درخت گم ہو گیا اور وہ زمین میں سے اپنا آم نکالکر چلدیا۔

ایک اور موقعہ پر اس نے پھر یہی معجزہ دیکھا۔ جو رام سنگھ نام ایک شخص نے سری نگر واقعہ پنجاب میں دکھلایا۔ مگر اس موقعہ پر وہ قسم کھاتا ہے کہ مَیں نے اس درخت کو دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کی فوٹو لی۔ اسکو چھوا اور چند فٹ تک اسکے تنہ پر چڑھا۔

ایک معجزہ وہ رسی کا بیان کرتا ہے۔ ایک سادھو نے ایک رسی لی جو تقریباً ۱۵ فٹ لمبی تھی اور غالباً ایک انچ موٹی تھی اس رسی کا ایک سرا اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑا اور دوسرا اوپر کو آسمان میں پھینکدیا۔ یہ رسی اُسی طرح معلق رہی بلکہ پھر اس نے دوسرا سرا بھی چھوڑ دیا اور وہ ستون کی طرح قائم ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے اسپر چڑھنا شروع کیا اور جوں جوں وہ اس کے اوپر چڑھتا جاتا تھا رسی لمبی ہوتی جاتی تھی اور نیچے سے گم ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اسقدر اونچا چلا گیا کہ بالکل نظروں سے غائب ہو گیا۔

غرض اس قسم کے بہت سے عجائبات لوگ دکھاتے ہیں اور اس خیال سے کہ وہ خارق عادت واقعات ہیں انکے معجزہ ہونے میں شک نہیں ہو سکتا۔ مگر صرف یہ کہنے سے تردید نہیں ہو سکتی کہ وہ ضرور کسی مخفی قانونِ قدرت کے ماتحت ہیں۔ اور وہ معجزہ نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا جہانتک مجھے علم ہے یہ عقیدہ ہے کہ اب معجزات نہیں ہو سکتے۔ یہ انبیاءؑ کا خاصہ تھا اب چونکہ

سلسلہ نبوت ختم ہوچکا لہٰذا معجزات بھی ناپدید ہوگئے۔ البتہ کرامات باقی ہیں
سو وہ بھی اسکو مل سکتی ہیں جو مسلمان ہو۔ ولی اللہ ہو۔ گویا جو عجائبات ایک
مسلمان سے سرزد ہوں انکو تو وہ کرامت مانتے ہیں مگر جو خرق عادت
امور غیر مسلم سے ظہور پذیر ہوں انکا نام کرامت نہیں رکھتے۔ بلکہ شعبدہ جادو
یا کچھ اور نام رکھ دیتے ہیں۔ مگر سوچنا چاہیئے کہ جب معجزہ کی تعریف یہی ہے
کہ وہ خرق عادت ہو تو خواہ وہ کسی سے صادر ہو معجزہ ہی کہلائیگا۔ پس
یہ تفریق کرنا کہ معجزہ تو رہا نہیں۔ خرق عادت امر مسلم سے ہو تو کرامت ہے اور
غیر مسلم سے ہو تو شعبدہ۔ محض تحکم ہے بلکہ فی زماننا جب ترقی علوم کی طرف
غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بہت سے امور جو پہلے ناممکن تصور کیئے
جاتے تھے اب ممکن ہوگئے ہیں تو انبیاءؑ کے سلسلہ پر شکوک پیدا ہوجاتے
ہیں۔ بلکہ ایسے ایسے عجیب در عجیب مسمرزم اور سائیکولوجی کے کرشمہ دیکھنے
اور سننے میں آتے ہیں کہ باوجودیکہ ہم جانتے ہیں کہ سائنس نے بڑی ترقی کی
ہے اور عجیب عجیب قانون قدرت دریافت ہوئے ہیں۔ مگر تاہم ہم
حیران رہ جاتے ہیں۔ غالباً گذشتہ سال میں مَینے یو یو آف ریویوز
کے کسی نمبر میں پڑھا تھا کہ ایک شخص پارلیمنٹ کا ممبر بیمار تھا۔ اسے
پارلیمنٹ میں جانا تھا مگر بیماری کی وجہ سے نہیں جاسکتا تھا۔ پس
اس نے کسی مخفی علم کے ذریعہ سے اپنا روحانی جسم وہاں بھیجدیا۔ جو
وہاں کام کرتا رہا غرض ایسے واقعات سے عوام الناس کے ذہن میں جو

معجزہ اور کرامت کی حقیقت ہے۔ مشکوک ہو جاتی ہے۔ بلکہ مغرب کے
بعض داناؤں نے بھی فتوے دیدیا ہے کہ جن واقعات کا نام معجزہ
رکھا جاتا ہے وہ اصل میں کچھ ایسی ہی باتیں تھیں۔ عوام کالانعام کو وہ
حیران کر دیتی تھیں۔ چونکہ انکے اپنے علم اور قدرت سے وہ باہر تھیں
اس لیئے وہ سمجھتے تھے کہ انہیں ضرور خدائی ہاتھ ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر معجزات نبوت کی دلیل نہیں ٹھہر سکتے
ہیں۔ تو آخر حق کی شناخت کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر دنیا میں حق اور باطل
دونوں موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اس نے کوئی نہ
کوئی معیار تو ضرور رکھا ہوگا۔ اور وہ ضرور ایسا ہونا چاہیئے جو عوام الناس
کی ادراک کے دائرہ سے باہر نہ ہو۔ ورنہ انسان اپنے افعال کا جواب
وہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ دنیا بھی عجیب اختلافات کا مقام ہے۔ اگر
بعض نے تحقیق کے دلائل بیان کیئے ہیں تو انکے مقابلہ میں دوسروں
نے انکی تردید کر دی ہے۔ ایک وقت میں یونانی فلسفہ بڑے زوروں
پر تھا اور دنیا میں ممتاز تھا۔ وہاں کے فلاسفر ابتک بڑی عزت سے
یاد کیئے جاتے ہیں۔ افلاطون اور ارسطو جنکا نام ابتک زبان زد خلائق
ہے وہ اسی سرزمین کے گوہر درخشندہ تھے۔ یہ سوال ہمیشہ دنیا
کے زیر بحث رہا ہے۔ کہ دنیا کیا ہے۔ ہم کس غرض کے لیئے بھیجے گئے
ہیں اور ہمارا انجام کیا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفروں نے اسپر رائے زنیاں

کی ہیں اور اپنے اپنے فہم اور ادراک کے بموجب جواب دیئے ہیں۔ اور انکے مقابل ایک گروہ انبیاءؑ کا ہوا ہے۔ انہوں نے بھی ان سوالات کا جواب دیا ہے۔ اور اپنے صادق ہونے پر نشانات پیش کیئے ہیں۔ مگر یہ نشانات جیسا میں عرض کرچکا ہوں جواز قسم معجزہ تھے انہوں نے مشکوک کردیئے ہیں۔ غرض یہ سوال کہ معیار صداقت کیا ہے ہمیشہ دنیا کے سامنے رہا ہے۔ چنانچہ فلسفہ یونان کے سامنے بھی یہ سوال پیش ہوا تھا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ اپنی تحقیقات سے وہ جس نتیجہ پر پہنچے وہ نہائت ہی مایوس کرنیوالا ہے انکسیگوراس کا خیال تھا کہ ہم کچھ معلوم نہیں کرسکتے۔ یقینی علم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حواس محدود ہیں۔ ادراک کمزور ہے اور زندگی تھوڑی ٭ زینوفینس کہتا ہے کہ اگر ہم سچ بھی بولیں تب بھی ہمیں یقین نہیں ہوسکتا کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں ٭ ایمپیڈوکلز کہتا ہے کہ تمام فلسفہ اور مذہب کے طریق ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی معیار نہیں جن سے حق کی شناخت ہوسکے ٭ ڈیموکرائیٹس کا بیان ہے کہ جو باتیں حق ہیں وہ بھی ہمارے دل میں یقین پیدا نہیں کرسکتیں۔ انسانی تفتیش کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ اس کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ وہ ہرگز کامل علم حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اگر وہ حق پر بھی ہو تو بھی اسکو یقین نہیں ہوسکتا ٭ پترہو کہتا ہے کہ ہمیں کسی بات میں فیصلہ نہیں دینا چاہیئے کیونکہ ہمارے پاس کوئی معیار

صداقت نہیں۔ اس نے اپنے متبعین میں یہانتک بے اعتباری کا خیال پیدا کر دیا تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ یہ بھی ہم نہیں کہتے کہ ہم کچھ نہیں کہتے ؛ آرسیلاس ادراکی اور حسی ہر دو علوم کا منکر تھا۔ اور عام طور پر معترف تھا کہ مَیں کچھ نہیں جانتا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ مَیں کچھ نہیں جانتا ؛ غرض یونانی فلسفہ جس نتیجہ پر پہنچا وہ یہ تھا کہ حسی شہادت میں اختلاف ہونیکے باعث ہم حق کو باطل سے تمیز نہیں کر سکتے۔ اور انسانی فہم و ادراک ایسا ناقص ہے کہ ہم کسی فلسفی نتیجہ کی صحت پر یقین نہیں کر سکتے۔

عیسائیت نے مذہب کو قائم رکھنے کے لیئے نہایت مکروہ طریق اختیار کیا تھا مگر آخر وہ فیل ہو گیا۔ جب آہستہ آہستہ سائنس نے ترقی شروع کی اور نیچر کی معلومات وسیع ہوئیں تو معلوم ہوا کہ عیسائیوں کی مذہبی کتب میں بہت غلطیاں ہیں مگر مشکل یہ پیش آئی کہ وہ کتابیں الہامی اور خدا کی کلام مانی جاتی تھیں۔ ایک طرف یہ خیال تھا کہ خدا کی کلام غلط نہیں ہو سکتی مگر دوسری طرف سائنٹفک معلومات کی تکذیب نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر تحقیقات کی اور نکتہ چینی کی تو معلوم ہوا کہ یہ کتابیں ایسی ہرگز تسلیم نہیں ہو سکتیں کہ انکا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی مُنہ کی باتیں ہیں۔ بلکہ بعض انسانوں نے اپنے ناقص فہم اور ادراک کے بموجب انہیں لکھا ہے۔ لہٰذا انمیں غلطی کا ہونا ممکن ہے بلکہ واقعی غلطیاں ہیں اور اب تو یہ تحقیقات

یہانتک پہنچ گئی ہے کہ بعض کتابیں جو انبیاء کی طرف منسوب کیجاتی ہیں وہ کلّہم انکی لکھی ہوئی نہیں بلکہ انمیں بعض دیگر اشخاص کی مداخلت ہے جو مدعی نبوت نہیں تھے۔ چنانچہ پینٹیٹیوک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیجاتی ہے۔ اسمیں انکی وفات کے واقعہ کا ذکر ہے۔ پس یہ یقینی بات ہے کہ مصنف کتاب تو آخر اپنی زندگی میں کتاب لکھیگا وہ اپنی موت کا واقعہ جو اسکی موت کے بعد لکھنا چاہیئے کیونکر لکھ سکتا ہے۔ غرض جب سائنس کی معلومات سے عیسائیت کی دینی کتب میں غلطیاں ثابت ہوئیں تو پادریوں کو بڑا فکر ہوا کہ ہماری عزت اور بزرگی کا دارومدار انہی پر تھا۔ اگر یہی غلط ثابت ہوئیں تو ہمیں کون پوچھیگا۔ چنانچہ انہوں نے موجودہ مذہبی عقائد کے خلاف خیالات کے پھیلنے کو روکنا شروع کیا۔ اور جو کوئی ایسی کتاب لکھتا اور زبانی خیالات ظاہر کرتا اسے سخت سزا دیجاتی پادریوں کا زور تھا۔ پوپ شہنشاہ مانا جاتا تھا اور اسے بڑی قدرت حاصل تھی وہ جو چاہتا تھا کر سکتا تھا پس انہوں نے زبردستی اور سخت سزا دہی سے مذہب کے خلاف سائینٹفک خیالات کو بند کرنا چاہا چنانچہ لکھا ہے کہ ۱۴۸۱ء اور ۱۸۰۸ء کے مابین تین لاکھ اور چالیس ہزار اشخاص اس قسم کے سزایاب ہوئے جنمیں سے قریباً بتیس ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔ غرض سخت کوشش کیگئی کہ دینی کتب میں جو باتیں لکھی ہوئی ہیں انکو خلاف اعتقادات نہ پھیلیں۔ مگر اس ترقی کا روکنا ناممکن تھا۔ آخر پھر کوششیں ناکام رہیں اور آج عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ انمیں غلطیاں ہیں اور وہ ہرگز خدا کے مُنہ کی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ (باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن تشحیذ الاذہان

کا

تیسرا سالانہ جلسہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر ۱۹۰۸ء میں ہوگا۔ اور اسکا پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ پرچہ میں شائع کیا جائیگا۔ فی الحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ چونکہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اس دفعہ پہلا سالانہ جلسہ ہوگا۔ جس کی حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بنیاد رکھی تھی۔ اس لیئے بزرگان ملت اس خیال میں ہیں کہ اس جلسہ کو کامیاب اور بارونق بنانے کے لیئے جہاں تک ہو سکے کوشش کی جاوے۔

میں بھی اس موقعہ پر احباب کو اس امر کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں۔ اور ممبران انجمن تشحیذ الاذہان کی خدمت میں بالخصوص عرض کرتا ہوں۔ کہ جس طرح ممکن ہو سکے۔ وہ اس دفعہ سالانہ جلسہ پر ضرور تشریف لائیں۔ ابھی سالانہ جلسہ میں ڈیڑھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہے۔ جن احباب کو رخصت لمنی مشکل ہو یا جنکو ایسی ایسی اور رکاوٹوں کا سامنا ہو وہ ابھی سے بندوبست کرلیں۔ ہر طرح تسلی بخش تیاری ہو سکتی ہے۔ ممبران انجمن تشحیذ الاذہان میں سے جو احباب جلسہ تشحیذ الاذہان میں لیکچر دینا چاہیں۔ وہ فی الفور سکرٹری صاحب کو مطلع فرمائیں کہ وہ کس مضمون پر کتنے وقت کے لیئے لیکچر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ پروگرام تیار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

(د)

کرتے وقت انکا خیال رکھا جاوے۔ ایسی اطلاع یا جلسہ کے متعلق کسی اور مفید مشورہ کی خبر جو آپ صاحبان دینا چاہیں۔ دفتر سکرٹری میں ۲۵ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۶ ھجری مطابق ۲۰۔ نومبر سنہ ۱۹۰۸ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ تاکہ ان تمام امور پر غور کرکے تشحیذ الاذہان کے آئندہ پرچہ میں جو انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰۔ ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۶ ھجری المقدس کو شائع ہوگا۔ پروگرام وغیرہ سے اطلاع دیجاوے +

انجمن تشحیذ الاذہان کے اغراض و مقاصد اور ضروری قواعد وغیرہ

(۱) اس انجمن کی غرض یہ ہے۔ کہ نوجوانان سلسلہ عالیہ احمدیہ کو تقریر و تحریر میں مشاق بنایا جاوے۔ اور اس غرض کو پورا کرنیکے لیئے الف۔ پندرہ روزہ جلسے کیئے جاویں۔ ب۔ ممبران کو بار بار تحریک کیجاوے۔ کہ وہ مضامین لکھیں جو رسالہ تشحیذ الاذہان میں جو اس انجمن کے ماتحت ماہوار نکلتا ہے۔ درج کیئے جاویں گے۔

(۲) ہر ایک احمدی نوجوان اس انجمن کا ممبر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسکی عمر ۱۸ سے ۳۵ سال کے اندر اندر ہو

نوٹ۔ جو احباب ۳۵۔ سال سے زائد عمر کے ہوں۔ وہ اسکے معاون بن سکتے ہیں۔

(۳) ہر ایک ممبر کو ۴ ماہوار چندہ دینا پڑیگا۔ اور اس میں رسالہ مفت دیا جاویگا۔

(۴) ہر ایک ممبر کیلیئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ کبھی کبھی رسالہ کے لیئے مضمون لکھے۔

(۵) ہر ایک ممبر کو جو قادیان میں رہتے ہیں۔ پندرہ روزہ جلسوں میں لیکچر دینے ہونگے۔ اور جو بیرونی ممبر ہیں۔ وہ اگر کسی جلسے کے موقعہ پر تشریف لائیں تو انکو بھی لیکچر دینا ہوگا۔

نوٹ۔ قاعدہ ۳، ۴، ۵ جیسا کہ ممبروں کے لیئے ضروری ہے۔ ویسا ہی معاونوں کے لیئے بھی ضروری ہے۔

باہتمام شیخ یعقوب علی (تراب) صاحب مالک انوار احمدیہ مشین پریس کے قادیان میں طبع ہوا